تبصرے

علم الاقتصاد، از شیخ محمد اقبال۔ شائع کردہ اقبال اکیڈمی کراچی۔
صفحات ۲۲۱ (قیمت 5.50)

بہت کم لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ علامہ اقبال کی پہلی کتاب نہ فلسفہ سے متعلق تھی نہ ادب سے — اس کا موضوع "علم الاقتصاد" تھا۔

"علم الاقتصاد" ایک بہت پرانا علم ہے۔ یونانیوں کے یہاں اس پر بڑا سواد ملتا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دور میں اس پر بیش بہا لٹریچر تیار کیا۔ لیکن دور جدید میں یہ علم مغربی اقوام کا سرمایۂ افتخار بن کر رہ گیا ہے۔ ہند و پاکستان میں ایک مدت تک اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ یہ چیز بڑی متاثر کن ہے کہ علامہ اقبال نے اس علم کی اہمیت کو محسوس کیا۔ اور سنہ ۱۹۰۳ء میں اس پر ایک مفصل کتاب لکھی جس میں اس علم کے تمام اہم گوشوں پر مبسوط بحث کی۔

کتاب کا پہلا حصہ بڑا اہم ہے۔ اس میں علم الاقتصاد کی ماہیت اور اس کے طریق تحقیق سے بحث کی گئی ہے۔ اس باب میں علم معاشیات کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ اور اس کے بنیادی تصورات مثلاً دولت، احتیاج وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے۔ احتیاجات کی بحث میں علامہ علم کی وحدت اور مختلف علوم کے باہم تعلق کے بارے میں یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ "انسان کی حقیقی ضروریات اس کی ظاہری ضروریات سے متمیز نہیں ہوسکتیں۔ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ انسان کی حقیقی بہبودی کیا ہے۔ اس کے علاوہ تہذیب و تمدن کے مختلف مدارج اور حالات میں دولت کی مختلف اقسام کی وقعت ہوتی ہے۔ اور ان کی قدر صرف ان ضروریات کے لحاظ سے متعین ہوتی ہے کہ انسان ان کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تعلیم و تربیت کا اثر بالعموم ہماری نگاہ میں ایک قسم کا تغیر پیدا کردیتا ہے۔ اور بسا اوقات ان اشیاء کو دولت نہیں سمجھتے جن کو تعلیم پانے سے پہلے دولت تصور کیا کرتے تھے۔ غرض عملی طور پر مفید ہونے کے لئے علم الاقتصاد

کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام علوم کی تحقیقات سے فائدہ اٹھائے جن کا مدعا انسان کی زندگی کا افضل ترین مقصد، اس کی حقیقی بہبودی اور اس کی تہذیب و تمدن کے مختلف مدارج معلوم کرنا ہے،،۔(صفحہ ۱۱)۔

معاشیات کی فکری اور نفسی بنیاد کے متعلق علامہ نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ نہایت اہم ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :'' علاوہ اور باتوں کے ماہرین علم الاقتصاد کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اپنے علم کی بنیاد انسانی فطرت کے صحیح اصولوں پر قائم کریں ورنہ ان کو صحیح اور کلی نتائج کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ خصوصاً اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ انسان بالطبع خود غرض ہے۔ یا اس کی فطرت قدرتاً وصف امتیاز سے کلی طور پر مبرا ہے۔ اور اس ابتدائی اصول کو اقتصادی استدلال کی بنیاد قرار دیا جائے تو ظاہر ہے۔ کہ تمام استدلالات جو اس اصول پر مبنی ہوں گے غلط سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ حقیقتاً انسانی فطرت اس قسم کی نہیں ہے بلکہ خود غرضی اور ایثار دونوں سے مرکب ہے۔ اگر کسی قوم میں علم الاقتصاد کے ایسے اصول مروج ہوجائیں جو اس قسم کے غلط مشاہدے پر مبنی ہوں تو وہ قوم ایک دو صدیوں کے عرصے میں ہی ایک حیرتناک تنزل کریگی جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔کہ اس قوم کے ہر فعل میں بے جا خود غرضی او زبردستی کی بو آئے گی۔ جو اس کو کسی نہ کسی دن حقیقی ذلت میں گراکر چھوڑے گی،،(صفحہ ۱۷)۔

پوری کتاب پانچ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ پہلا حصہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا علم الاقتصاد کی حقیقت کے متعلق ہے۔ دوسرا حصہ پیدائش دولت کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اور اس میں چار ابواب ہیں۔ جن میں مسئلہ قدر، بین الاقوامی تجارت، زر نقد، حق الضرب، زر کاغذی اور اعتبار سے بحث کی گئی ہے۔ چوتھا حصہ تقسیم پیداوار سے متعلق ہے اور اس میں بھی چھ باب ہیں۔ جن کے موضوعات لگان، سود، منافع، اجرت، مقابلہ ناکمل اور مالگزاری ہیں۔ آخری حصہ آبادی، جدید ضروریات اور صرف دولت کے مباحث کے لئے وقف ہے۔ اس نئے ایڈیشن میں ڈاکٹر انور اقبال قریشی کا مقدمہ اور جناب ممتاز حسن صاحب کا پیش لفظ بھی شامل ہے۔ جن میں کتاب کی خصوصیات اور اقبال کی معاشی فکر کے اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آخیر میں ایک ضمیمہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔ جو ان اصطلاحات کے انگریزی مترادفات پر مشتمل ہے جو کتاب میں استعمال کی گئی ہیں۔ پوری کتاب پر وضاحتی حواشی کا بھی اضافہ کردیا گیا ہے۔ جن کی وجہ سے زبانی بعد بڑی حدتک دور ہوگیا ہے۔ اقبال کی اس اولین تصنیف

کی اشاعت ثانی کا کام انجام دے کر اقبال اکیڈمی نے اپنا ایک اہم فرض ادا کیا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اس کتاب کی اور اقبال کی دوسری تحریرات نظم و نثر کی روشنی میں اقبال کے معاشی تصورات کو کتابی شکل میں مرتب کیا جائے۔ تاکہ فکر اقبال کا یہ گوشہ بھی طالبان علم کے سامنے آسکے۔

(ا ــ ن)

اسرار و رموز پر ایک نظر: از پروفیسر محمد عثمان۔

اقبال اکیڈمی کراچی - صفحات ۱۸۷ (قیمت ۵-۰۰)

اقبال کی تصنیفات میں مثنوی اسرار خودی و رموز بے خودی کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ ان مثنویوں میں اقبال نے اپنے بنیادی فلسفہ اور اپنے اساسی پیغام کو پیش کیا ہے۔ اور ان کے ذریعہ ملت اسلامیہ میں انقلاب کی نئی روح پھونکی ہے۔ اسرار خودی میں فرد کی اصلاح اور اس کے طریقے اور رموز بے خودی میں ملت کی اصلاح اور اس کے نشاۃ ثانیہ کے پروگرام سے بحث کی گئی ہے۔ اور بات اتنے سلیقے اور اس قدر دلنشین انداز میں پیش کی ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔ بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے ربع میں ان مثنویوں سے زیادہ کسی دوسری کتاب نے ملت اسلامیہ ہند کے قلب و ذہن کو متاثر نہیں کیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد کے اثرات کے تحت ہمارے معاشرہ سے آہستہ آہستہ فارسی اور عربی کا ذوق کم ہوتا جارہا ہے۔ یہ ایک عظیم المیہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نئی نسلیں فارسی اور عربی سے بالکل نابلد ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اپنے ادبی، ثقافتی، اور فکری سرمایہ سے انکا ربط ٹوٹتا چلا جارہا ہے۔ اسی سانحہ کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے۔ کہ خود اقبال کے فارسی کلام کا فہم بھی کم ہوتا جارہا ہے۔ نوجوانوں میں سے بہت کم ہیں جنھوں نے اسرار و رموز کا مطالعہ کیا ہو۔ اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اقبال کے فارسی کلام کے مطالب کو اردو میں دلنشین انداز میں بیان کیا جائے۔ تاکہ اصلاح فکر و عمل کا وہ کام جاری رہے جو اقبال نے شروع کیا تھا۔

پروفیسر محمد عثمان کی کتاب ” اسرار و رموز پر ایک نظر ،، اسی نوعیت کی ایک پیش کش ہے۔ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں اسرار خودی کے مطالب بیان کئے گئے ہیں ۔ اور فرد کی حقیقت اور اس کی اصلاح کے متعلق فکر اقبال کے تمام اہم گوشوں کو سلیس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حصہ میں آٹھ ابواب ہیں ۔ جن کے عنوان یہ ہیں : خودی کی حقیقت، تخلیق مقاصد اور عشق و محبت، سوال اور نفی ذات، نظریہ ادب، تربیت خودی کے مرحلے، حکایات اسرار، جہاد اسلامی کی غائت اور وقت تلوار ہے۔ دوسرے حصہ میں رموز بے خودی کے مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے موضوعات یہ ہیں : قوم کس طرح بنتی ہے، توحید کی حقیقت ، مقام رسالت، ملت اسلامیہ کی خصوصیات ، قرآن آئین ملت ہے، ملت اسلامیہ کا مستقبل، مسلمان عورت اور فلسفہ خودی اور سورۃ اخلاص۔

پروفیسر محمد عثمان نے اسرار و رموز کے مباحث بہت دلنشین انداز میں بیان کئے ہیں۔ موصوف نے اپنی طرف سے بہت ہی کم چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ اقبال کے خیالات کو مناسب ترتیب کے ساتھ اردو نثر میں بیان کردیا ہے۔ جگہ جگہ اصل فارسی کے اشعار بھی دے دئے ہیں۔ اور جہاں جہاں ضرورت محسوس کی ہے وہاں اقبال کے کلام کے دوسرے اجزا سے اور خود کلام پاک کی آیات سے مضامین کی تشریح بھی کردی ہے۔ یہ انداز تحریر کو تخلیقی نہیں لیکن فکر اقبال کو عام کرنے کے لئے بڑا موثر ہے۔

کتاب کی طباعت کا معیار بہت اچھا ہے۔

(خ — ا)

اسلام اینڈ دی ورلڈ، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔
ترجمہ ڈاکٹر آصف قدوائی ۔ ملنے کا پتہ : القادر - ۴م
ایمپریس روڈ ۔ لاہور ۔ صفحات ۱۹۰ - (قیمت ۴ - روپے)۔

اس کتاب میں فاضل مصنف نے تاریخ پر مسلمانوں کے عروج و زوال کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ اصل کتاب عربی میں تھی جسے کچھ مدت قبل اردو میں منتقل کیا گیا تھا اور اب ڈاکٹر قدوائی نے اس کا بڑی شستہ انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب ایک صاحب طرز

ادیب ہیں اور ان کی تحریر کو انگریزی کا جامہ پہنانا جوئے شیر لانا ہے۔ لیکن ہم لائق مترجم کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا ترجمہ ہند و پاکستان میں کئے ہوئے درجہ اول کے ترجموں میں اپنا مقام رکھتا ہے۔

اصل کتاب کا موضوع بڑا اہم ہے۔ پہلے باب میں بعثت نبوی کے وقت دنیا کی حالت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسرا باب تبصرہ نگار کی رائے میں سب سے اہم ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے لائے ہوئے انقلاب کے بنیادی خد و خال کو پیش کیا گیا ہے۔ تیسرا باب مسلمانوں کے عروج اور اس کے اثرات کے جائزہ پر مشتمل ہے۔ اور چوتھا باب مسلمانوں کے زوال اور اس کے اسباب سے بحث کرتا ہے۔ پانچواں باب مغرب کی ترقی، مغربی تہذیب کی خصوصیات اور اس مادی تہذیب کے تسلط سے پیدا شدہ نتائج کے جائزہ کے لئے وقف ہے۔ چھٹے باب میں ان نقصانات کو پیش کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے زوال سے پیدا ہوئے اور جن کا اثر پوری انسانی دنیا پر پڑا۔ آخری باب میں جدید کشمکش اور اسلامی احیاء کے امکانات سے بحث ہے۔ اس باب میں یہ امور بھی خصوصیت سے زیر بحث آئے ہیں کہ نجات کی راہ کیا ہے۔ اور اس کے لئے مسلمانوں کو کیا کچھ کرنا ہوگا۔

یہ کتاب ہمارے انگریزی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔

(خ — ا)

حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔

مصنفہ : مولانا مناظر احسن گیلانی —

ناشر : نفیس اکیڈمی —

صفحات : ۵۵۶ قیمت مجلد بارہ روپے —

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی شخصیت مسلمانان ہند و پاکستان میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ علم کا ایک چلتا پھرتا انسائکلوپیڈیا تھے۔ ان کی وفات سے دنیائے علم کو عظیم نقصان پہنچا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی علامہ مرحوم کی ایک شاہکار تصنیف ہے اور اسے نفیس اکیڈمی نے بڑے اہتمام سے چھاپا ہے۔

بڑی تقطیع کے ساڑھے پانچ سو صفحات میں مولانا گیلانی نے اس اچھوتے موضوع پر اتنا پرمغز مواد پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا انکے علم اور نکتہ سنجی پر عش عش کرنے لگتا ہے۔ عامی حیثیت کے علاوہ کتاب ہمارے ملک کے سوچنے سمجھنے والے عناصر کے لئے اس حیثیت سے بھی بڑی اہم ہے کہ اس میں نظام اسلامی کے قیام کے لئے اسلامی تاریخ کی ایک عظیم ترین شخصیت حضرت امام ابوحنیفہ رح کے لائحہ عمل کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ کو دنیا ایک فقیہہ اور مقنن کی حیثیت سے جانتی ہے اور کتاب کا نام پڑھ کر ھی ایک عام ناظر کو استعجاب سا محسوس ہوتا ہے لیکن کتاب پڑھکر نہ صرف یہ کہ استعجاب دور ہوجاتا ہے بلکہ دنیا کی اس محرومی پر سخت افسوس ہوتا ہے کہ وہ امام صاحب کے سیاسی کارنامہ سے کس حدتک لاعلم رہی۔ تحقیق کا کام کرنے والوں کے لئے مولانا گیلانی کی یہ کتاب کچھ نئی راہیں کھولتی ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ نئے زاویہ' نظر سے ائمہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دور زوال کا ایک نہایت افسوسناک اثر مسلمانوں پر یہ بھی مرتب ہوا ہے کہ اسلام کی سیاسی تاریخ ان کی نگاھوں سے اوجھل ہوگئی اور محققین تک نے اس کو یکسر نظر انداز کرنا شروع کردیا۔ آج جب اسلام ایک عالمی سیاسی قوت کی حیثیت سے پھر ابھر رہا ہے ہماری تاریخ کے از سر نو مطالعہ و تعبیر کی سخت ضرورت ہے۔

مولانا مناظر احسن کے متعلق یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے۔ کہ ان کی کوئی کتاب بھی حرف موضوع سے متعلق نہیں ہوتی ہے، اصل موضوع کے علاوہ اتنے مباحث اس میں آجاتے ہیں کہ کتاب اچھی خاصی کشکول بن جاتی ہے لیکن یہ بات زیر تبصرہ کتاب کے متعلق بدرجہ اتم درست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اس کے موضوعات کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب حضرت امام صاحب کے سیاسی کارنامہ ھی سے متعلق نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے بنی امیہ اور بنو عباس کی پوری سیاسی تاریخ کا ایک جائزہ (Survey) بھی ہے اور اس حیثیت سے یہ ایک نہایت اہم علمی و تاریخی دستاویز ہے۔

مصنف محترم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ بنو امیہ نے اپنی غلطیوں، بے راہ رویوں اور زیادتیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے کس طرح نت نئی غلطیوں کا ارتکاب کیا اور پھر نظام سیاست ایک گھن کھایا ہوا درخت بن گیا جو گرنے کے لئے بس ایک جھونکے کا منتظر تھا۔ بنو عباس احیا' ، تعمیر نو

اور اسلام کی تجدید کا نعرہ لیکر اٹھے اور عوام ان کے دھوکہ میں آگئے۔ برسر اقتدار آنے کے بعد وہ اپنے پیش رووں سے بھی بڑھ گئے اور نباش ثانی ثابت ہوئے۔ ان حالات میں انقلابات اور جوابی انقلابات کا ایک سلسلہ چل پڑا اور سیاسی زندگی خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کی آماجگاہ بن گئی۔

امام صاحب نے اس چیز کو محسوس کرلیا تھا کہ بنو امیہ کے خلاف بغاوت کی قیادت جن ہاتھوں میں ہے ان سے کوئی خاص توقعات وابستہ نہیں کی جاسکتیں اور آئیندہ اصلاح کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ادارہ قائم کیا جائے جو بہترین آدمیوں کو تیار کرے تاکہ آئندہ نظام حکومت کو درست کیا جاسکے۔ اسی کام کو آپ نے انجام دیا اور جب کئی سو افراد اپنے پروگرام کے مطابق تیار کرلئے تو رائے عامہ کی تیاری کا کام شروع کیا۔ پھر آپ نے وہ قانون مدون کیا جس کے ذریعہ ملک میں اسلامی احکام کا اجراء عمل میں آسکے اور نظام ریاست کو اسلام کے مطابق ڈھالا جاسکے۔ خود آپ نے ہر منصب قبول کرنے سے انکار کردیا اور ہمہ تن اصلاح نو کے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ اسی جدو جہد کی وجہ سے وہ حکومت کے عتاب کا نشانہ بنے اور شہید ہوئے۔ لیکن یہ آپ کے کام ہی کا اثر تھا کہ بنو عباس کی حکومت میں بنیادی تبدیلیاں آئیں۔ آپ کے شاگرد امام ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور اسلامی قانون کا اجراء عمل میں آیا — یہ تھا امام ابوحنیفہ رح کا سیاسی کارنامہ۔

مولانا مناظر احسن صاحب کی یہ کتاب ایک اچھوتے انداز سے لکھی گئی ہے اور معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ لیکن یہ نا انصافی ہوگی اگر ہم اسبات کا اظہار نہ کریں کہ کتاب کی افادیت کئی گنا بڑھ جاتی اگر اسے جدید فن تحریر کے مطابق مرتب کیا گیا ہوتا۔ فاضل گیلانی کی تحریرات کی یہ بڑی کمزوری ہے کہ وہ جدید طرز پر مرتب نہیں ہوتیں اور اس طرح پڑھنے والے کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی تو اسے تین تین چار چار صفحات کا جملہ معترضہ پڑھنا پڑھتا ہے! اس کمزوری کے باوجود یہ کتاب ایک بیش بہا علمی خزانہ ہے۔

(خ — ا)